آخر میں اس بات کی طرف اشارہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فارسی شعراء میں عارف جامیؒ کے علاوہ بیدلؒ نے بھی مسئلہ تجدد امثال پر اظہار خیال کیا ہے خواجہ عباد اللہ اختر مرحوم نے بیدلؒ کے کلام پر جو قابل مطالعہ تبصرہ کیا ہے اس میں تجدد امثال پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"تجدد امثال کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شئی کی امثال بدل رہی ہیں، خود اشیاء کی ماہیت یا حقیقت جو کچھ بھی ہے، جسے ہم نہیں جان سکتے۔ نہیں بدلتی (یہی بنیادی فرق ہے شیخ اکبرؒ اور بودھ دھرم کے نظریہ میں۔ شیخ اکبرؒ کہتے ہیں کہ ہر شئے کی صورت بدلتی رہتی ہے اس لئے ہر شئے "خلق جدید" میں رونما ہوتی رہتی ہے۔ بخلاف اس بودھ دھرم میں کسی شئی کی حقیقت مسلم نہیں ہے۔ اسی لئے نفس ناطقہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے یعنی کوئی ایسی شئے درحقیقت موجود نہیں ہے۔ جسے اہل منطق نفس ناطقہ کہتے ہیں)

اس مسئلہ کے حسب ذیل نتائج قابل غور ہیں، (۱) یہ جہاں کبھی کہنہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ بیدل فرماتے ہیں:

نوی بیدل از ساز امکاں نرفت نشہ کہنہ تجدید ایجادہا

(۲) چونکہ عالم کی امثال بدلتی رہتی ہیں، اس لئے عالم ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے اور ہر آن اس کا مثل ظہور میں آتا رہتا ہے اس لئے حق تعالیٰ ہر آن خالق اور مبدع اور مصور ہے "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" یعنی اللہ ہر لمحہ اپنی نئی شان دکھاتا ہے۔

(۳) تجدد امثال میں اعتبار لا بہ دوں ہے (۴) زمان و مکان امور اعتباری ہیں (۵) تجدد میں رجعت نہیں یعنی ہستی میں تکرار نہیں اسی کو صوفیہ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں تکرار نہیں، ہر لحظہ نئی تجلی ہوتی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے کتاب مذکورہ کے صفحات ۴۳ تا ۵۶ کا مطالعہ کافی ہوگا۔

مثنوی صمدانی: از غلام غوث صاحب صمدانی بی اے (علیگ) سی ای ایم ایچ او، شائع کردہ شیخ محمد خلیل صاحب ۱۱۱ فیروز پور روڈ، لاہور۔ ضخامت ۱۶۵ صفحات، قیمت پانچ روپے

اس مثنوی کے مصنف جناب محترمی غلام غوث صاحب صمدانی ایک جامع حیثیات شخص ہیں۔ وہ علی گڑھ کے گریجویٹ ہیں شعر و ادب کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں اور علم طبیعات و فزکس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، مدتوں سول انجینیر رہ چکے ہیں۔ دین اسلام سے والہانہ محبت، فلسفہ مغرب پر ناقدانہ نظر ہے۔ بزرگان دین سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ قادری سلسلہ میں سلوک طے کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے پاکیزہ افکار کو ایک مثنوی کی شکل میں پیش کیا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فارسی زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے جاوید نامہ ۱۹۳۲ء میں پڑھا تھا۔ اس کے بعد امسال ۱۹۶۱ء میں یہ مثنوی پڑھی ہے جسے ہم اقبال مرحوم کی اس زندہ جاوید کتاب کا نائب کہہ سکتے ہیں جاوید نامہ کے بعد اگر فارسی میں کوئی کتاب لائق مطالعہ ہے تو وہ صمدانی صاحب کی یہ مثنوی ہے جس میں انہوں نے قرآن حکیم کے حقائق، حدیث نبویؐ کے معارف، مرشد رومیؒ کے نکات، اور بزرگان دین کے ارشادات کو علوم جدیدہ کی روشنی میں پیش کیا ہے تاکہ اس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کی فہم سے قریب تر ہو سکیں۔ اس مثنوی کو پڑھ کر جو اثر میرے دل پر مرتب ہوا وہ یہ ہے کہ اللہ نے مصنف کو فہم قرآن سے حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ مثنوی کے اشعار میں از اول تا آخر قرآنی آیات اس طرح درج کی ہیں جیسے کسی سادہ کار نے انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیئے ہیں۔

مرشدی المحترم حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو گذشتہ پینتالیس سال سے طالبان حق کو راہ حق دکھا رہے ہیں اور کفر و الحاد کی تند و تیز ہواؤں کے مقابلہ میں شمع ہدایت جلا رہے ہیں، اس مثنوی پر جو تقریظ لکھی اس میں فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انشاء اللہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کتاب و سنت کے لحاظ سے قابل اعتراض ہو۔ اس مثنوی میں فقط مسلمانان پاکستان

یہی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام اور تمام موجودہ متمدن اقوام کو قرآن مجید کی روشنی میں پیغام حق دیا گیا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے موجودہ عالمی اضطراب دور ہو سکتا ہے۔ چونکہ مجھے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا فن نہیں آتا اس لئے میں اس مختصر تعارف میں کتاب کی تمام خوبیوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں، جن کے کرشموں نے دامن دل کو بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیا۔

(۱) چونکہ مصنف مرشد رومیؒ کے متبع ہیں، اس لئے مسلک عشق کے علمبردار ہیں، جس کے اسرار و رموز کو انہوں نے مرشد تبریزیؒ کی زبان سے آشکار کیا ہے۔

رومیؒ عرض کرتے ہیں:

پارہ پارہ خواندہ ام ام الکتاب
من ندیدم لفظ عشق اندر نصاب

تبریزیؒ جواب دیتے ہیں: عشق لفظ نیست ای عالم الکتاب ای بخوان قرآن بچشم ژرف بیں

رومیؒ عرض کرتے ہیں:

یک نگہ از گوشہ چشم کرم
تا کہ گردد ژرف بیں ایں دیدہ ام

تبریزیؒ جواب دیتے ہیں:

عشق را خواہی اگر شرح بیان — تو بچشم عاشقاں قرآں بخواں
عشق را بے عشق فہمیدن محال — ہر مزوّر نیست محرم بر جلال

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ عاشقوں کا نصاب قرآن میں بالصراحت موجود ہے مثلاً:

ذکر و فکر و ذوق و شوق و آرزو — حیرت استغراق بیتاب جستجو
حسن اخلاق و عمل حسن خیال — پاس پیمان ازل، پاس مقال
پا فشردن در رہ صبر و رضا — جاں فشاندن از تقاضائے وفا

چیست اینہا جز نصاب عاشقاں
گشتہ ایں اوصاف در قرآں بیاں

اس کے بعد عاشقوں کی زندگی سے مثالیں دیتے ہیں:

حب غیر آفل از دل کہ داشت؟ — نخل وحدت حنیفاً را کہ کاشت؟
رو بروئے آزر کہ بت شکست؟ — کہ دلیرانہ در دل نار جست؟
کہ احد می گفت پیش مشرکاں؟ — زیر سنگ تفتہ بر ریگ تپاں؟
مرگ را کہ بر قضا سیلی زند؟ — سنگ بستہ بر شکم سیلی زند؟
گر نخواہی عشق؟ ایں را چیست نام؟ — کہ بجائے بادہ ریزد خم بجام؟

اس کے بعد خود قرآن سے مسلک عشق کا اثبات کرتے ہیں:

لا الہ چیست الا اللہ چیست؟ — از کجا ایں نفی و اثباتش زکیست؟
باخع نفسک چرا جز عشق قوم؟ — گفت مزمل کرا بہر ترک نوم؟

یَقْتُلُونَ یُقْتَلُونَ اظہار عشق　　یَذْکُرُونَ یَسْجُدُونَ از کار عشق
بو کلامِ اِلّا یُسَبِّحُ کن نظر　　اَخْلَقْتُ رابچشم دل نگر
فی المضاجع مضطرب جز عشق کو؟　　من تفیض الدمع اِلّا عشقہ،
چیست اینہا غیر آیات کتاب؟　　چیست اینہا غیر عشق سینہ تاب،
چیست قرآن جز کتاب عاشقی
امر و نہیش نہ احتساب عاشقی

هرکجا بر شرع می باشد مدار　　خود بفرما عشق را آنجا چہ کار　　رومیؒ عرض کرتے ہیں،
شرع و عشق آمد بہ نزد ما یکے　　ہست ہر دو ایم را معنی یکے　　تبریزیؒ جواب دیتے ہیں،
عشق متن است و شریعت شرح آں　　شرع ایوان عشق باشد طرح آں
عشق بخشد استقامت شرع را　　تا دہد شان امامت شرع را
عشق جان است و شریعت پیکر است　　عشق خود ناظر، شریعت منظر است
بے شریعت عشق ہم رہزن بود　　گاہ رو بہ گاہ شیر افگن بود
شرع بے عشق است ہمشکل نفاق　　ایں چنیں دیں را بنہ بالائے طاق
ایں نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ　　جسم باشد کہ خود روح صلوٰۃ
گفت قطب الدین کاکیؒ برملا　　کن نماز بے حضوری را قضا
سجدہ محروم از دیدار او؟　　کے بود معراج مومن، خود بگو

رومیؒ عرض کرتے ہیں:-
عشق گفتی متن شد، شرعش بیاں،
عشق چوں با شرع آمد ہم زباں؟

تبریزیؒ جواب دیتے ہیں یعنی قرآن مجید کی آیات سے شریعت اور عشق کی ہم آہنگی ثابت کرتے ہیں،

کافراں را شرع گفتہ اٰمنوا　　عشق گوید مومناں را اٰمِنُوا
اٰمَنُوا با اٰمِنُوا قرآن زند　　عشق را بر شرع ترجیحے دہد
اِهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا شرع گفت　　دُرِّ قولِ ارجعی مر عشق سفت
شرع گوید فاغسلوا اذا مسحوا　　عشق گوید واتقوا فاطّهّروا
شرع گوید ارکعوا ثم اسجدوا　　عشق گوید واعبدوا لا تشرکوا
شرع گوید اشکروا لا تکفروا　　عشق گوید ان تصوموا انتھوا
شرع گوید واحذروا فاستغفروا　　عشق گوید اصبروا لا تقنطوا
شرع گوید لا تطغوا لا تفسدوا　　عشق دارد صورتوا جاهدوا
شرع می گوید علیہ سلموا　　عشق گفت اصواتکم لا ترفعوا

(۲) مصنف مدظلہ نے وحدت وجود اور وحدت شہود کے بارے میں یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے، کہ ان میں صرف تعبیر کا فرق ہے اور بات بھی دراصل یہی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رح مجدد دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث، ملا بحر العلوم رح، مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا مبارک حسین صاحب حیدر آبادی رح مولانا محمد حسین صاحب الٰہ آبادی رح، حکیم الامت مولانا تھانوی رح حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رح اور حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب ٹونکی رح، ان سب حضرات نے یہی لکھا کہ وحدت وجود اور وحدت شہود میں صرف تعبیر کا فرق ہے بات دونوں بزرگوں نے ایک ہی کہی ہے فاضل مصنف نے اپنا مسلک یوں بیان کیا ہے

شور بازار[1] است دیں را مرکزے — اہل عرفان و یقیں را مرکزے
حضرت[2] ملا مرا ارشاد کرد — فکر ما را قصر نو بنیاد کرد

تا بگویم شرح توحید شہود
وز شہودی فرق توحید وجود

منظرش یک ہست طرز دید دو — تو غلط پنداشتی توحید دو
فرق ایں است ایں نہ فرق نصیبین — شمس یک در مشرقین و مغربین
در مظاہر نیک دیدن عین ذات — یا شہودش از مقامات صفات
ہر دو حالت وارداتِ دل بود — دیگراں را فہم آں مشکل بود
در شہود اہل طریقت بنگرند — در وجود اہل حقیقت بنگرند
ہر دو نیک راست بر چشم دلی — منظرش گردد ز ہر دو منجلی

(۱) زاویۂ نگاہ

قطرہ را گہ عین دریا بنگریم — جوئے را گہ قطرہ آسا بنگریم
گہ نمی بینیم ما ہم پشت پا — گاہ ما را طارم اعلیٰ است جا
او کہ در کنعان مگر چاہے ندید — کارواں را دید از مصر بعید

چوں نظر بر نور قلب خود رود — خود تماشا خود تماشائی شود!
عبدیت رستے نبوت را نہال — از کجا یابت بصیراً شد مقال
آنچنیں چوں گفت گفت ان شاء ہم — من چہ شرح قول یوسف را کنم؟
خضر عذر آورد چوں پیش کلیم — بہر قتل طفل و دیوار یتیم
ہم ازو تا گفتنہ ربک گفت ہم — ہر دو کیف دید منظر شد رقم!

---

۱ شور بازار کابل میں ایک محلہ ہے یہاں نقشبندی سلسلہ کی مشہور خانقاہ ہے۔

۲ ملا سے حضرت نور المشائخ محمد صادق صاحب نقشبندی مجددی مراد ہیں، جو حضرت مجدد الف ثانی رح کی اولاد میں سے ہیں، اور مصر میں سفیر رہ چکے ہیں۔ ۱۲

چوں گذشت از ما سوی آں تاجدار
ما رمیت اذ رمیت گفت یار[1]

پرتو شہودی

بازبکشا چشم، بنگر شش جہات — چیست در ہر منظرہ جز نور ذات
بیں ہمہ از اوست ایں ظلمات و نور — کے بلاذاتی است صفی را ظہور؟

لا تسبوا الدھر بنگر ہر زماں
موج دگر وا بے زبحر بیکراں

پرتو وجودی

نیستے ہم از تکلف پردۂ — نیست بہر بے تکیف پردۂ
او بود نور زمین و آسماں — آیتِ اللہ نور ایں رم بخواں
باز بنگر ذاتِ او را بے نقاب — او عیاں بود و تو خود بودی حجاب
ہر کجا بندہ بود، اللہ حجاب — ہر کجا اللہ بود بندہ سراب!
جملہ معشوق است عاشق پردۂ — زندہ معشوق است عاشق مردۂ
تو مباش اصلاً کمال این است و بس — تو در و گم شو وصال این است و بس

لیس غیر اللہ موجود ھُنا
لیس غیر اللہ مشہود لنا

(۳) نائب رسولؐ، سلطان الہند خواجۂ خواجگان قبلۂ عارفان حامئ دینِ مبین حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی ثم اجمیریؒ سے مصنف کو جو قلبی تعلق ہے اس کا اظہار اس انداز سے کیا ہے گویا چشتیوں کو آبِ حیات پلایا ہے،

حبذا حسن و جمالِ چشتیاں !! — کفر ساجد بر کمالِ چشتیاں،
چوں معین الدین دراں بنہاد پا — آسماں شد آستانِ اجمیر را
چشمِ او مست از مئے خمِ قدم — صد مسیحائے زباں پیسا زدم
در سوادِ ہند آمد نغمہ زا — از لبِ را ما کرشنا، گوتما

---

[1] تلمیح ہے اس آیت شریفہ کی طرف "وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۰" ۹؍۱۷ وہ کنکریاں آپؐ نے پھینکیں تو آپؐ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں کامل طور سے فنا کر دیا تھا۔ اس لئے آپؐ عبدہٗ کے مقام پر فائز ہو کر قید زمان و مکان سے آزاد ہو گئے تھے اور آپ کی مرضی خدا کی مرضی ہو کر صورت گر تقدیر اور مظہر فاعلیت ایزدی بن گئی تھی

کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہٗ جز سرِّ الا اللہ نیست
لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ — فاش تر خواہی بگو ھو عبدہٗ (اقبال)

[2] اگر یہاں "صفی" کے بجائے لفظ "عرفی" رکھ دیا جائے تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔ (مدیر)

از نیستاں آمد و نائے نواخت　　بر سرِ اصنامِ ما لائے نواخت
دید چوں چشمش بمظہر دوختہ　　ہند را سرِّ وجود آموختہ
وحدتے کاں در وجود آمد عیاں　　شرحِ آں فرمودہ بہر ہندیاں

الحجب نازو نیازِ اہلِ چشت
سکر تکبیر نمازِ اہلِ چشت

(۴) مصنف نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ انسان کے اندر روحانی انقلاب کتابوں سے پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ مرشد اور صرف مرشد کی نگاہ سے پیدا ہو سکتا ہے، اس ضمن میں چند اشعار نقل کرتا ہوں

من مسِ خامم کہ جویم کیمیا،　　کیمیاگر چیست؟ چشمِ اولیا
ابرِ نیساں تا نبارد بر صدف　　کے بیابد دانہ گوہر صدف؟
تا نگاہ بد بہش، چشمِ ہدیٰ،　　اہلِ دنیا کے رود سوئے خدا
چشمِ پاکاں محرمِ اسرارِ جہاں　　مردمش آئینہ کون و مکاں،
چشمِ شیخِ کاملے بیر و ستاں　　جاں ستاند تا بہ بخشد نورِ جاں
تو چہ دانی قوتِ اہلِ نظر　　نیم وا چوں وا شد انشق القمر
گوشۂ چشمِ کہ دیدہ بلال رض　　دامن از اغیار بر چیدہ بلال رض

اے خاک آستانت روئے من
یک نگاہ چشمِ رحمت سوئے من

فی الجملہ ساری کتاب از اول تا آخر اسی قسم کے بلند پایہ مضامین اور حقائق و معارف سے معمور ہے ہر صفحے پر دین و دانش کے موتی بکھرے پڑے ہیں

مثلاً، چیست عبدیت؟ کمالِ عاشقی　　چیست ابلیسی؟ زوالِ عاشقی
بینش بے حد ہر چہ موجودات است　　کلُ شیٔ غیرِ وجہ اللہ فناست

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ معارف اس زبان میں ہیں جس سے فاضل مصنف کی قوم کی اکثریت بیگانہ ہو چکی ہے اسی لئے علامہ اقبال نے یہ شعر لکھا تھا۔

آشنائے من ز من بیگانہ رفت　　از خمستانم تہی پیمانہ رفت

یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں جس قدر کتابیں عربی یا فارسی میں لکھی گئیں، انہیں دس ہزار میں سے ایک نے بھی نہیں پڑھا۔ اور نہ آئندہ اس کی امید ہے کہ ہماری قوم عربی یا فارسی کی طرف مائل ہو گی۔ جس قوم کے بچے آغوشِ مادر سے نکل کر "کے جی" کی لہروں میں غرق ہو جائیں اُن کے اُبھرنے کی کیا امید ہو سکتی ہے، ایسے حالات اس کے سوا اور کیا کہہ کے دل کو تسلی دی جائے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس دورِ مادیت میں مسلمانوں کو دین کے حقائق و معارف سے روشناس کرنے کا فرض انجام دیا داعی الی الحق کا فریضہ تو بنی آدم کو حق کی طرف بلانا ہے، اگر افراد اس کی آواز نہ سنیں تو اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔